حالیہ لوک سبھا انتخابات میں ’جہاد‘ لفظ کی غلط تشریح

ڈاکٹر ریحان اختر

انتخابات اور ووٹنگ کسی بھی جمہوری ملک و نظام حکومت کے لیے اہمیت اور بنیادی حیثیت کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ بنیادی ذرائع کے طور پر کام کرتے ہیں، جس کے توسط سے ملک کے شہری اپنی ترجیحات کا اظہار کر سکتے ہیں اور اپنے رہنماؤں کو جوابدہ ٹھہرا سکتے ہیں۔ انتخابات میں حصہ لے کر ملک کی عوام اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ ان کی آواز سنی جائے اور ان کی حکومت ان کی ضروریات اور خواہشات کا خیال رکھے۔ ووٹنگ شہریوں کو اپنے نمائندوں اور لیڈروں کا انتخاب کرنے کی اجازت دیتی ہے اور اس بات کو بھی یقینی بناتی ہے کہ اقتدار میں رہنے والے عوام کے نمائندے وہاں کے لوگوں کی مرضی کے مطابق کام کریں۔ یہ عمل عوام میں ملکیت اور ذمہ داری کے احساس کو فروغ دیتا ہے، کیونکہ ان کا براہ راست اثر ان کے ملک کی سمت پر پڑتا ہے نیز ووٹ ڈالنے اور انتخابات میں حصہ لینے کی اہلیت ایک اہم جمہوری حق ہے جو آزادیوں کی حفاظت کرتا ہے اور شہری مصروفیت کو فروغ دیتا ہے۔

انتخابات عوام کے مفادات اور ضروریات سے ہم آہنگ پالیسیوں کے نفاذ میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ جب لوگ ووٹ دیتے ہیں تو ان کے پیش نظر صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور بنیادی ڈھانچے جیسے اہم مسائل رہتے ہیں جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ حکومت اپنے شہریوں کی ضروریات کے لیے جوابدہ رہے۔ انتخابات اقتدار کی پرامن منتقلی کے لیے ایک طریقہ کار بھی فراہم کرتے ہیں، جو استحکام برقرار رکھنے اور تنازعات سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔ باقاعدہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے ایک مستحکم اور مسلسل حکمرانی کے ڈھانچے کو یقینی بناتے ہوئے، تشدد یا ہلچل کا سہارا لیے بغیر لیڈروں کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ انتخابی عمل ہر اہل شہری کو ان کی سماجی اقتصادی حیثیت سے قطع نظر اپنی حکومت میں اپنی رائے دینے کی اجازت دے کر مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ یہ شمولیت ایک منصفانہ اور زیادہ انصاف پسند معاشرے کی تعمیر میں مدد کرتی ہے، جہاں ہر فرد کی آواز اجتماعی فیصلہ سازی کے عمل میں حصہ ڈالتی ہے۔

ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے اور یہاں گزشتہ ماہ سے سات مرحلوں پر مشتمل عام انتخابات جاری ہیں، جن میں سے چار مراحل مکمل ہو گئے ہیں اور پانچواں مرحلہ 20 مئی کو ہونا ہے۔ ہندوستانی آئین کے آرٹیکل 83 کے مطابق ہر پانچ سال کے لیے لوک سبھا (قومی اسمبلی) کا انتخاب ضروری ہے ہندوستانی لوک سبھا کی کل 543 نشستوں پر انتخابات ہو رہے ہیں، 7 مرحلوں میں ہونے والے یہ انتخابات 17 اپریل کو شروع ہوئے اور یہ یکم جون کو مکمل ہوں گے اور پھر 4 جون کو ووٹوں کی گنتی ہو گی۔ اسی لیے سبھی سیاسی پارٹیاں اپنی تشہیر میں لگی ہوئی ہیں اور سبھی پارٹیوں کے سرکردہ لیڈران ریلیوں اور روڈ شو میں مصروف ہیں اور سیاسی جماعتیں اور امیدوار ووٹروں کو متاثر کرنے کے لئے طرح طرح کے وعدے کر رہے ہیں اور سیاسی جماعتیں اپنے انتخابی منشور جاری کر رہی ہیں، جن میں بڑے بڑے وعدے، روزگار، مفت غلہ، خواتین کو پینشن جیسے بڑے بڑے وعدے ہوتے ہیں یہ سب اس لیے ہوتا ہے تاکہ ووٹرس کا رجحان ان کی طرف ہو جائے اور یہ جماعتیں الیکشن میں کامیاب ہو جائیں۔

ہندوستانی سیاست نے گزشتہ کچھ سالوں سے ایک الگ رخ اختیار کرلیا ہے اور یہ رخ انتہائی مضر اور ملک کی سالمیت و تحفظ کے حوالے سے تشویش ناک نظر آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کی سیاسی جماعتوں اور لیڈران نے سیاست کو مذہب سے جوڑ دیا ہے اور یہ سیاسی جماعتیں روایتی طور پر امیدواروں کی نامزدگی اور ووٹوں کے حصول کے لیے مذہب اور ذات پات کو معیار کے طور پر استعمال کرتی آرہی ہیں جبکہ ہندوستانی عدلیہ کے چیف جسٹس نے 2017 میں ایک سنوائی میں سیاست دانوں کی طرف سے انتخابات میں ووٹ حاصل کرنے کے لیے مذہب اور ذات پات کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہ وبا اور مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس لوک سبھا الیکشن میں بھی سیاسی جماعتوں کی طرف سے سیاست کے ساتھ مذہب کو جوڑ کر خوب تشہیر کی جا رہی ہے، خاص کر مذہب اسلام اور اس کی ایک سماجی برائیوں کے سد باب کی اصطلاح یعنی جہاد لفظ کو سیاست سے جوڑا جاتا رہا ہے اور اس حالیہ الیکشن میں بھی جوڑا گیا ہے، اب جبکہ الیکشن کے 4 مراحل مکمل ہو چکے ہیں اس دوران ملک میں ”ووٹ جہاد“ کا لفظ بہت سنائی دے رہا ہے یہ لفظ مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما استعمال کر رہے ہیں۔ اس الیکشن میں سب سے پہلے یہ جملہ ایک خاتون لیڈر کی طرف سے سننے کو ملا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارا ایمان ہمیں کسی خاص پارٹی یعنی بی جے پی کو ووٹ دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے پہلے لو جہاد فلاں جہاد تو سامنے آتے رہے ہیں، لیکن شاید ہی کسی نے سوچا ہوگا کہ ووٹنگ بھی جہاد کے دائرے میں آسکتی ہے ”ووٹ جہاد“ کا لفظ عوامی طور پر کانگریس لیڈر سلمان خورشید کی بھتیجی یا بھانجی ماریہ عالم خان نے فرخ آباد میں ایس پی امیدوار کی حمایت میں ایک جلسہ عام میں استعمال کیا۔ اس بیان کے بعد کے دوسری مخالف سیاسی جماعتوں نے اس پر اپنا ردعمل ظاہر کیا اور اس کی سخت تنقید کی ہے، ساتھ ہی اس کو اپنے حق میں بنانے کی بھرپور کوشش کی جاری ہے، چنانچہ موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی نے اپنی ایک ریلی میں کہا کہ کانگریسی لوگ ایک خاص دھرم کے لوگوں کو ہمارے خلاف ووٹ کرنے کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کر رہے ہیں۔ مودی کے بقول ہم پہلے ’لو جہاد‘ اور ’لینڈ جہاد‘ سنتے آئے ہیں اب ووٹ جہاد شروع کیا جا رہا ہے۔ اسی تعلق سے وزیر اعظم نریندر مودی نے مدھیہ پردیش کے ضلع کھرگون میں ریلی سے خطاب کے دوران کہا کہ ہندوستان اہم موڑ پر کھڑا ہے جہاں ووٹروں کو ووٹ جہاد اور رام راجیہ کے درمیان ایک چیز کا انتخاب کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہندوستان کی تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑے ہیں، جس میں آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ ”ووٹ جہاد“ کی فتح ہوگی یا ”رام راجیہ“ کی۔ وزیر اعظم نے ”ووٹ جہاد“ کو سرحد پار دہشت گردوں کی طرف سے دی جانے والی دھمکیوں سے تشبیہ دی۔

کچھ سیاسی لیڈران ان جیسے الفاظ کے استعمال کو مسلم دھرم گروؤں کی کانگریس کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کا نام دیتے ہیں چنانچہ مہاراشٹر نونرمان سینا کے سربراہ راج ٹھاکرے نے پونے میں ایک انتخابی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج مسلم علاقوں اور مساجد سے فتویٰ جاری کیا جارہا ہے کہ تمام مسلم برادریوں کے لوگ کانگریس کے امیدواروں کی مدد کریں اور انہیں ووٹ دیں۔ بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو ذہین ہیں، جن کے پاس دماغ ہے۔ وہ ان (مولاناؤں) کے راستے پر نہیں چلیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سیاست کیا چل رہی ہے۔ آج الیکشن ہیں تو فتوے جاری کررہے ہیں۔

انتخابات عوام کے مفادات اور ضروریات سے ہم آہنگ پالیسیوں کے نفاذ میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ جب لوگ ووٹ دیتے ہیں تو ان کے پیش نظر صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور بنیادی ڈھانچے جیسے اہم مسائل رہتے ہیں جو اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ حکومت اپنے شہریوں کی ضروریات کے لیے جوابدہ رہے۔ انتخابات اقتدار کی پرامن منتقلی کے لیے ایک طریقہ کار بھی فراہم کرتے ہیں، جو استحکام برقرار رکھنے اور تنازعات سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔ باقاعدہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے ایک مستحکم اور مسلسل حکمرانی کے ڈھانچے کو یقینی بناتے ہوئے، تشدد یا ہلچل کا سہارا لیے بغیر لیڈروں کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

سیاست کو مذہب کے ساتھ جوڑ کر سیاسی جماعتوں کا مقصد صرف اور صرف ووٹ اور اقتدار حاصل کرنا ہے اور الیکشن کو ہندو مسلم کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں، حال ہی میں وزیر اعظم نے ایک انتخابی جلسے میں بیان دے کر ہندو بھائیوں کو یہ کہہ کر متنبہ کیا کہ کانگریس اور سماجوادی پارٹی چاہتے ہیں کہ عوام کے ووٹ سے مرکز میں اقتدار حاصل کیا جائے اور عوامی دولت کا کچھ حصہ ان جماعتوں ”ووٹ جہاد“ کرنے والوں میں تقسیم کردیا جائے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے کہا کانگریس ملک میں ووٹ جہاد کو فروغ دینے کا کام کر رہی ہے تاکہ ملک کا اقتدار حاصل کرتے ہوئے ہندوؤں کو دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا جائے۔ امت شاہ نے تلنگانہ میں ایک انتخابی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آنے والے انتخابات بہت اہم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ الیکشن جہاد کے لیے ووٹ اور ترقی کے لیے ووٹ کے درمیان ہے۔

سیاسی لیڈران کے ایسے بیانات اور خطاب سے ملک کی ایک بڑی امن پسند تعداد کشمکش اور خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہے اور لیڈران کے ان بیانات کو ملک کی سالمیت و جمہوریت کے لئے نقصان کا باعث گردانتی ہیں۔ اب جیسے جیسے نتائج کا وقت قریب آتا جارہا ہے تو سیاسی گہما گہمی بھی دھوپ کی شدت کی طرح کہیں آگ برسا رہی ہے تو کہیں آگ کے گولے، اسی کے درمیان ایک محبت کی دکان بھی چاند کی طرح چمکتی نظر آرہی ہے۔

یہ متنازع جملہ اور غیر ذمہ دارانہ بیان جو سلمان خورشید کی بھانجی یا بھتیجی نے دیا۔ انہوں نے کس مقصد سے اس لفظ کا استعمال کیا اس سے کسی بھی سیاسی لیڈر کو کوئی لینا دینا نہیں ہے بلکہ انہیں تو اپنے مفاد کے لئے ایک سیاسی شوشہ مل گیا، جس کا سہارا لے کر وہ انتخابی تشہیر میں مصروف ہیں۔ در حقیقت جہاد کا جو مفہوم ہے وہ کسی بھی جائز اور نیک کام کو کرنے کیلئے جدو جہد کرنا یا کوشش کرنا یہ جہاد کے لغوی معنی ہے اور محترمہ کے بقول ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ رائے دہی کے فیصد میں اضافہ کے لئے جہاد یعنی کوشش کی جائے اور دراصل اس لفظ کے کہنے سے سیاسی میدان میں جو ہنگامہ برپا ہے اس کا سبب جہاد کے معنی و مفہوم کو صحیح اور شرعی طور پر نا سمجھنے کی وجہ سے ہے، چنانچہ حال یہ ہے کہ اس لفظ جہاد کو سنتے ہی ایک غلط تشبیہ غیروں کے سامنے اور ان کے ذہنوں میں ابھر کر آتی ہے اور وہ اس کا مطلب صرف اور صرف قتل و غارتگری، خون خرابا، لڑائی جھگڑا وغیرہ کو سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ جہاد کا مطلب تو سماج و معاشرے میں امن، اطمینان، سکون، عدل و انصاف، حقوق کی پاسداری اور مساوات و برابری کو قائم کرنا ہے نا کہ قتل و غارتگری۔

ملک کی امن پسند عوام کو اس لفظ کے صحیح مفہوم اور مطلب کو سمجھانے اور اس لفظ کے تعلق سے غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ اس لفظ کے تعلق سے جو غلط مطالب لئے جاتے ہیں وہ یہ ذہن اس کے صحیح مفہوم کو قبول کریں، اس کی سب سے عمدہ اور خوش کن کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے غیر مسلم بھائیوں سے زیادہ سے زیادہ ربط و تعلق پیدا کیا جائے، تعلقات اور روابط میں کمی کے سبب مسلم اور غیر مسلموں کے درمیان جو دیوار حائل ہے اسے منہدم کیا جائے کیونکہ تعلقات میں کمی غلط فہمیوں کے پھلنے اور پھولنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ جہاد کے معنی و مفہوم کے تئیں ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو جو غلط فہمی ہے اس کو دور کرنے کا سب سے کامیاب گر نسخہ یہ ہے کہ سب سے پہلے آپسی ربط و تعلق کو مضبوط کریں اور سماج و معاشرہ کے ذمہ دار افراد اور خاص کر مذہبی پیشوا یا کسی بڑی تنظیم کے سربراہ ایک ساتھ بیٹھ کر اور آپسی تبادلہ خیال سے جو بھی غلط فہمیاں ہے ان کو دور کریں، اس طرح کی کوشش ماضی میں بھی کی گئی، لیکن پھر ان کی رفتار میں کمی آتی گئی اور ہماری خود کی بھی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے غیر مسلم برادران کے سامنے جہاد کے معنی و مفہوم کو اچھے انداز میں پیش کریں اور ان کو بتائیں کہ دراصل جہاد کا جو مطلب عوام الناس کے قلوب میں راسخ کردیا گیا ہے وہ جہاد کا مفہوم نہیں ہے بلکہ جہاد کا مطلب تو ملک میں امن و امان، بھائی چارگی، سکون و آرام کے قیام اور عوام الناس کو ظلم و جبر، بے جا استحصال اور نا انصافی سے خلاصی کے لئے کی جانے والی انتھک کوشش کرنے کا نام ہے جس کی تائید حکومت ہند کے مختلف نمائندوں کے جہاد سے متعلق وقتاً فوقتاً دئے گئے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔

ایسے نازک وقت میں ہم سبھی بلاتفریق مذہب و ملت وطن عزیز کے باشندوں کے لئے ضروری ہے کہ ہم سیاسی لیڈران کے ایسے متنازع بیانات کو مذہب سے نہ جوڑیں بلکہ مذہب کو سیاست سے دور رکھیں اور ایسے بیانات کی کھل کر مذمت اور تنقید کریں اور ہم ماضی میں سیاسی جماعتوں کے ذریعے کئے گئے کاموں کو بنیاد بنا کر ہی کوئی فیصلہ لیں کہ آیا ہمیں کس جماعت کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھانا ہے اور کس کو اتارنا ہے یہی واحد طریقہ ہے جس سے عوام کے ساتھ ساتھ ملک کا بھی بھلا ہوگا اور ملک ترقی کے منازل طے کرے گا۔

raihanhams6@gmail.com

مسلم مخالف بیانات پر وزیر اعظم کی پشیمانی یا تضاد بیانی

شاہد زبیری

اب جبکہ لوک سبھا 2024 کے انتخابات کے چار بڑے اور اہم مراحل گزر چکے ہیں، پانچویں مرحلہ کی پولنگ میں صبح و شام کا وقت بچا ہے اور نتائج کے اعلان کی تاریخ 4 جون سر پر ہے اس سے پہلے باقی دو مراحل کی پولنگ رہ گئی ہے اور وزیر اعظم نریندر مودی اپنے مسلم مخالف بیانات کی لیپا پوتی پر لگے ہیں اب یہ پتہ نہیں چل رہا کہ وہ اپنے ان متنازع اور اشتعال انگیز بیانات پر واقعی پشیمان ہیں یا یہ ان کی تضاد بیانی یا پھر کوئی ان کی سیاسی ضرورت ہے جو آن پڑی ہے۔ 18 مئی کے اخبارات میں ان کا ایک بیان پھر سامنے آیا ہے جو انہوں نے بارہ بنکی کی ایک انتخابی ریلی میں دیا ہے جہاں وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ہندو مسلمان نہیں کرتا صرف انڈیا الائنس کے پاپوں کی تاریخ بتاتا ہوں، لیکن اسی کے ساتھ وہ ایک ہی سانس میں یہ کہتے ہیں کہ کرناٹک ان کی (کانگریس کی) تجربہ گاہ ہے جہاں کانگریس نے راتوں رات ٹھپہ مار کر مسلمانوں کو او بی سی کا ریزرویشن دے دیا۔ ان کی اس پشیمانی یا تضاد بیانی کا آغاز 14 مئی کو تب ہوا تھا جب انہوں نے کاشی میں گنگا کے کنارے کروز (چھوٹا آبی جہاز) کے ڈیک پر ایک خوشامدی چینل کی خاتون اینکر کو ٹہلتے ہوئے اپنے انٹرویو میں اپنے مسلم مخالف بیانات پر پوچھے گئے سوال پر کہا تھا کہ جس دن وہ ہندو مسلم کی بات کریں گے اس دن وہ عوامی زندگی کے لائق نہیں رہیں گے بلکہ ہندو مسلمان کی بات کرنا ان کے مزاج یا فطرت میں شامل نہیں ہے وہ اس سلسلہ کو دراز کرتے ہوئے اینکر کو بتاتے ہیں کہ عید کے دن ان کے گھر پر کھانا نہیں بنتا تھا چونکہ آس پڑوس کے مسلمانوں کے گھر سے ان کے یہاں کھانا آتا تھا، لیکن وزیر اعظم ایک طرف یہ باتیں کہہ رہے ہیں اور دوسری جانب وہ 2024 کے لوک سبھا کے دوران راجستھان کے بانسواڑہ میں انتہائی اشتعال انگیز تقریر میں وہ صاف طور پر ہندوستان کے 20 کروڑ مسلمانوں کو زیادہ بچے پیدا کرنے والے گھس پیٹھیا (در انداز) قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کانگریس اگر اقتدار میں آگئی تو ہندوؤں کی املاک زیورات حتی کہ منگل سوتر تک چھین کر ان زیادہ بچے پیدا کرنے والے گھس پیٹھیا کو دے دے گی، وزیر اعظم اس کی صفائی یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ ان کی منشاء یہ نہیں تھی بلکہ زیادہ بچے تو غریب ہندو بھی پیدا کرتے ہیں اور وہ ان کی بھی بات کر رہے تھے۔ ان کا یہ انٹرویو بظاہر ان تمام انٹرویوز سے الگ لگتا ہے جو انتخابی مہم کے دوران ہندی روزناموں میں دو دو صفحات پر شائع ہو چکے ہیں جو ایک سے ہیں، تاہم یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ کاشی میں گنگا کے کنارے کروز پر خاتون اینکر کو دیا گیا انٹرویو بھی پہلے سے طے شدہ سوالوں کو سامنے رکھ کر دیا گیا انٹرویو ہے، لیکن سب جانتے ہیں کہ اپنی انتخابی مہم کے دوران بانسواڑہ کی طرح مسلم مخالف بیانات وہ مراد آباد، میرٹھ اور علی گڑھ کی انتخابی ریلیوں میں بھی دے چکے ہیں علاوہ ازیں تمل ناڈو و دیگر جنوبی ریاستوں کے اضلاع کی انتخابی ریلیوں میں بھی دیتے رہے ہیں۔ بانسواڑہ کے مسلم مخالف اشتعال انگیز بیان کے خلاف تو معروف صحافی اور بی بی سی اردو کے سابق نمائندے قربان علی نے حضرت نظام الدین کے تھانے میں ایف آئی آر درج کرانی چاہی لیکن ان کی ایف آئی آر درج نہیں کی گئی، انہوں نے اس کے خلاف ساکیت کی عدالت میں دفعہ (3) 156 کے تحت عرضی داخل کی، جس میں انہوں نے کہا کہ ایس ایچ او حضرت نظام الدین نے عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 کی خلاف ورزی کی ہے، اپنی درخواست میں قربان علی نے مختلف دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے عدالت سے گزارش کی تھی کہ وہ وزیر اعظم کے خلاف ایف آر درج کرائے جانے کی ہدایت جاری کرے۔ اس عرضی پر سماعت کرتے ہوئے دہلی کی ساکیت کورٹ کے میٹرو پولیٹن مجسٹریٹ نے گزشتہ روز دلائل کی سماعت کرنے کے بعد حضرت نظام الدین پولیس تھانہ سے کارروائی کی رپورٹ (اے ٹی آر) طلب کی اور پوچھا کہ قربان علی کی ایف آئی آر کیوں درج نہیں کی گئی۔ اس کیس سماعت کی آئندہ 5 جون کو ہوگی۔

نریندر مودی کے وزیر اعظم کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد امید بندھی تھی کہ نریندر مودی نہ صرف گجرات کے مسلم مخالف فساد کی بد نامی کے داغوں سے اپنا دامن صاف کریں گے بلکہ ملک کے 140 کروڑ عوام کو بھی ایک ساتھ لے کر چلیں گے، لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی 2019 میں دوسری مرتبہ وزیر اعظم بننے کے بعد نریندر مودی نے سب کا ساتھ سب کا وکاس نعرہ دیا تھا، بعد میں اس نعرہ میں سب کا وشواس کا بھی اضافہ کردیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود گجرات کے وزیر اعلیٰ سے لے کر ملک کے وزیر اعظم تک کے سیاسی عروج تک ان کا مسلمانوں کے تئیں نہ ذہن صاف ہوا اور نہ ہی ان کی سرکار نے مسلمانوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جس کی شکایت عام مسلمانوں کو ہے۔ نریندر مودی کے وزیر اعظم رہتے ہری دوار اتراکھنڈ کی دھرم سنسد میں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکیاں دی گئی تھیں، جس کے ملزم آج بھی کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ مودی سرکار ہو یا بی جے پی کی صوبائی سرکاریں سب نے مسلمانوں کو نشانہ پر رکھا، جب کرناٹک میں بی جے پی سرکار تھی تو تعلیمی اداروں میں سب سے پہلے مسلم لڑکیوں کے حجاب کا تنازع کھڑا کیا گیا، کرناٹک کے صوبائی انتخابات میں بھی وزیر اعظم کی تقاریر پر انگلیاں اٹھیں۔ مدھیہ پردیش اور اتر پردیش کی بی جے پی سرکاروں نے مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلائے ملک کے سیکولر اور انصاف پسند شہریوں اور سول سوسائٹیز نے اس پر آواز بلند کی اور دنیا بھر میں ملک کی شبیہ مجروح ہوئی، امریکہ جیسے دوست ملک نے سرکار کے اس امتیازی سلوک پر رپورٹ تک جاری کی، لیکن بی جے پی اور اس کی سرکاروں نے مسلمانوں کے تئیں اپنی مسلم دشمن پالیسی ترک نہیں کی۔ 2024 کے انتخابات کی مہم میں تو حد ہوگئی راجستھان کے بانسواڑہ سے یوپی تک اور جنوبی ریاستوں میں مسلمانوں کے خلاف وزیر اعظم نے جیسے محاذ کھول رکھا ہے، اب اس پر وزیر اعظم کی صفائی یا لیپا پوتی گلے نہیں اتر رہی ہے، آج بھی لگتا ہے کہ وزیر اعظم کو اس پر پشیمانی نہیں بلکہ وہ تضاد بیانی کا مظاہرہ کررہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وزیر اعظم وہ بات کہتے ہیں جس کے سو پہلو نکلتے ہیں تاکہ کوئی پہلو تو ان کے بات بدلنے کیلئے رہے۔ لوک سبھا کی انتخابی مہم کے دوران نریندر مودی ملک کے وزیر اعظم کی بجائے ایک خاص فرقہ کے وزیر اعظم کے طور پر نظر آئے، ملک کی تاریخ میں یہ ایسا پہلا موقع ہے کہ جب ایک وزیر اعظم اپنی تقریروں کیلئے لحاظ سے اتنا متنازع دکھائی دے رہے ہیں اور 20-80 کے کھیل میں مصروف نظر آتے ہیں ملک کے 20 کروڑ لوگوں کو وہ شہری ماننے سے ہی انکار کررہے ہیں۔ کیا اسی کے بوتے وہ تیسری مرتبہ وزیر اعظم بننے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر اعظم نریندر مودی کو ہی نہیں اور بی جے پی اور سنگھ کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ 20 کروڑ شہریوں کو الگ تھلگ کر کے ملک ترقی نہیں کرسکتا 20 کروڑ شہریوں کے خلاف امتیازی رویہ آخر کب تک چلے گا اور کب تک ہندو مسلم، مندر مسجد اور پولرائزیشن کا کھیل چلتا رہے گا، اس کے چلتے ہندوستان کے وشوگرو بننے کا خواب ممکن ہی نہیں یہ خواب تو دور ملک کی ترقی بھی ناممکن ہے، صرف ڈھول پیٹنے سے ملک نہ ترقی کرسکتا ہے اور نہ وشوگرو بن سکتا ہے۔

یہاں چھوٹا منھ بڑی بات کرنے کی ہم جسارت کرتے ہوئے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اب بھی وقت ہے کہ ہماری ملی تنظیموں اور قیادت کو بھی اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مطالبات کی سیاست اور شکوے شکایتوں سے بلند ہوکر اور سول سوسائٹیز کے ساتھ مل کر ملک کے بنیادی مسائل پر آواز بلند کرنی چاہئے اور قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اس کیلئے ایوان میں نمائندگی ضروری نہیں یہی خیر امت کا تقاضہ بھی ہے اور فرض بھی ہے۔

zuberi019@gmail.com

نریندر مودی کے وزیر اعظم کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد امید بندھی تھی کہ وہ نہ صرف گجرات کے مسلم مخالف فساد کی بد نامی کے داغوں سے اپنا دامن صاف کریں گے بلکہ ملک کے 140 کروڑ عوام کو بھی ایک ساتھ لے کر چلیں گے۔

سواتی مالیوال ’اسالٹ گیٹ‘ کی گھناؤنی سیاسی حقیقت

پروفیسر نیلم مہاجن سنگھ

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب کوئی عورت خود پر کسی دیگر کے ذریعہ کیے گئے تشدد کا الزام لگاتی ہے تو اس کے خلاف سنجیدہ کارروائی نہیں کی جاتی؟ مسخ شدہ ذہنیت اور خواتین پر جرائم کا سلسلہ آزاد ہندوستان کے پچھلے 76 سالوں سے ابھی تک چل رہا ہے۔ میرے 35 سالوں سے خواتین کو بااختیار بنانے کے تحقیقی کام اور تحریر میں، میں نے ہمیشہ خواتین کو بااختیار بنانے کی اپیل کی۔ یہ مضمون لکھتے ہوئے میرا دل ٹوٹا ہوا اور روح چھلنی ہے۔ میں نے خواتین کو بااختیار بنانے سے متعلق مسائل پر ہزاروں اور ہزار مضامین لکھے ہیں۔ ہر بار مجھے وقتاً فوقتاً پیچھے جانا پڑتا ہے اور خواتین کی زندگیوں میں پیش آنے والے دردناک واقعات کو یاد کرنا پڑتا ہے، جنہیں سادہ زبان میں ’عورتوں کے خلاف جرائم‘ کہا جاتا ہے۔ سواتی مالیوال راجیہ سبھا کی رکن پارلیمنٹ اور دہلی خواتین کمیشن کی سابق چیئر پرسن ہیں۔ سواتی مالیوال اور ’آپ عام آدمی پارٹی‘ کا رخ ہم جان لیتے ہیں۔ سواتی کے ساتھ زیادتی اور بدتمیزی پر کس کی بات درست ہے؟ عام آدمی پارٹی نے پریس کانفرنس کر کے سواتی مالیوال کے الزامات کو غلط بتایا اور پورے معاملے کو ’بی جے پی کی سازش‘ بتایا۔ دوسری طرف سی ایم اروند کجریوال کے سکریٹری بیبھو کمار نے اس معاملے میں ’کراس ایف آئی آر‘ درج کروائی ہے۔ دریں اثنا سوال یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ اروند کجریوال کے گھر پر کس بات کو لے کر جھگڑا ہوا؟ کیوں وہ اس ظالمانہ واقعے کو سیاسی سازش قرار دے رہے ہیں؟ سواتی مالیوال نے بیبھو کمار پر مار پیٹ اور بدتمیزی کا الزام لگایا ہے۔ دہلی پولیس نے ایف آئی آر درج کر کے بیبھو کمار کو گرفتار کرلیا ہے۔ بیبھو کمار نے بھی سواتی کے خلاف شکایت ایک درج کرائی ہے۔ اس کا ایک کٹا پھٹا ویڈیو بھی سامنے آیا ہے، جو دہلی کے سی ایم ہاؤس کا ہے۔ دہلی پولیس کے نارتھ ڈی سی پی منوج کمار مینا نے اس بارے میں تفصیلی جانکاری دی اور بتایا کہ ایک پولیس ٹیم اروند کجریوال کے گھر پہنچی اور منظر کو دوبارہ ری کریٹ کیا۔ عام آدمی پارٹی نے ایک پریس کانفرنس کر کے سواتی مالیوال کے ’الزامات کو بے بنیاد‘ بتایا۔ اس پورے معاملے کو بی جے پی کی سازش بتا رہا ہے۔ اروند کجریوال نے الٹا وزیر اعظم نریندر مودی کو کہا ہے کہ ”مودی جی، یہ جیل جیل کا کھیل بند کیجئے“۔ ایک خاتون پر خوف ناک مجرمانہ ظلم کو دہلی کے وزیر اعلیٰ کو سیاست سے نہیں جوڑنا چاہیے۔ اسی بیچ سوال یہ ہے کہ سی ایم کجریوال کے گھر پر کس بات کو لے کر یہ جھگڑا ہوا؟ کچھ وقت سے سواتی بیرون ملک کے دورے پر تھی۔ بیبھو کمار کے خلاف درج ایف آئی آر کے مطابق 13 مئی کی صبح 9:00 بجے سواتی مالیوال اروند کجریوال سے ملنے ان کے سول لائنز واقع سی ایم ہاؤس پہنچیں۔ دفتر میں سواتی نے سی ایم کے پرسنل سکریٹری بیبھو کمار کو فون کیا۔ پھر سواتی نے بیبھو کمار کو واٹس ایپ پر میسج کیا۔ اس کے بعد وہ وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ کی طرف چلی گئیں۔ وہاں موجود عملے سے انہوں نے سی ایم کجریوال تک میسج بھجوایا کہ وہ ان سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہاں سیکورٹی اسٹاف نے انہیں کہا کہ سی ایم کچھ دیر میں ملیں گے، تب تک وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر انتظار کریں۔ سواتی انتظار کر رہی تھی کہ اچانک بیبھو کمار وہاں آئے اور ان پر چلانے لگے۔

سواتی نے الزام لگایا کہ بیبھو کمار نے انہیں 7-8 بار تھپڑ مارے، پیٹ و سینے پر لات ماری اور ان کا سر ٹیبل پر دے مارا۔ اس دوران اس کی قمیص کے بٹن کھل گئے۔ وہ کسی طرح خود کو چھڑا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر 112 ڈائل کیا، کچھ دیر بعد مقامی پولیس اور ایس ایچ او اپنی ٹیم کے ہمراہ وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ دہلی پولیس کی ایک ٹیم نے سواتی مالیوال سے تقریباً 4 گھنٹے تک پوچھ گچھ کی اور ایف آئی آر درج کی۔ کیس درج ہونے کے فوراً بعد دہلی پولیس نے تحقیقات کے لیے 10 ٹیمیں تشکیل دیں۔ 16 مئی کو رات 11 بجے دہلی پولیس سواتی مالیوال کو آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ لے گئی، جہاں ان کا میڈیکل کرایا گیا۔ اس کے بعد 17 مئی 2024 کو سواتی مالیوال نے تیس ہزاری کورٹ میں مجسٹریٹ کے سامنے اپنا بیان ریکارڈ کرا دیا ہے۔ پولیس اب سی ایم کجریوال کی رہائش گاہ میں نصب 8 سی سی ٹی وی کیمروں سے فوٹیج اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ سواتی مالیوال نے بتایا کہ سی ایم کجریوال کے گھر پر حملے کے دوران کیا ہوا تھا۔ سواتی مالیوال نے ایف آئی آر میں کہا کہ ”میں نے بیبھو کمار سے کہا کہ وہ مجھ سے اس طرح بات کرنا بند کردیں اور سی ایم کو فون کریں۔ انہوں نے کہا کہ تو کیسے ہماری بات نہیں مانے گی؟ اس نے مجھے تھپڑ مارنا شروع کر دیا۔ میں چیختی رہی، میں مکمل صدمے میں تھی اور بچاؤ کیلئے اسے دور دھکیلنے کی کوشش کی، میری ماہواری ہو رہی تھی، میں نے اس سے کہا کہ مجھے جانے دو کیونکہ میں بہت زیادہ تکلیف میں تھی میں کوشش کر رہی تھی کہ میں کسی طرح باہر نکل جاؤں، پھر میں ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھ گئی، حملے کے دوران میرا چشمہ نیچے گر گیا تھا، وہ مجھ پر جھپٹا، بری طرح سے میری شرٹ کو اوپر کھینچ لیا میری شرٹ کے بٹن کھل گئے اور میں نیچے گر گئی اور میں لگاتار مدد کے لیے چلاتی رہی۔ بیبھو کمار نہیں مانا اور اپنے پیروں سے میری چھاتی، پیٹ اور جسم کے نچلے حصے پر لات مار کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ سواتی مالیوال کیس میں AAP لیڈر اور دہلی حکومت کے وزیر آتشی نے سی ایم ہاؤس میں پریس کانفرنس میں اپنا رخ پیش کیا ہے۔ آتشی نے کہا کہ سواتی مالیوال جھوٹ بول رہے ہیں اور سی ایم کجریوال کے پی اے بیبھو کمار پر جھوٹے الزامات لگائے جا رہی ہیں۔ پہلی بار انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ نے کجریوال کو بھی شراب پالیسی کیس میں ملزم بنایا ہے۔ ”سواتی مالیوال کی وزیر اعلیٰ اروند کجریوال سے پہلے کوئی ملاقات طے نہیں تھی۔ سواتی جس چوٹ کی بات کر رہے ہیں وہ کہیں نظر نہیں آرہی ہے۔“ آتشی نے کہا کہ ”بی جے پی نے سواتی مالیوال کو 13 مئی کی صبح ایک سازش کے تحت اروند کجریوال کی رہائش گاہ پر بھیجا تھا۔ اس سازش کے تحت اروند کجریوال پر جھوٹے الزامات لگائے جانے تھے۔ سواتی مالیوال اس سازش کا چہرہ ہیں“ 14 مئی کو سنجے سنگھ نے سواتی مالیوال کے حق میں بیان دیا گیا۔ اب ’آپ‘ کچھ اور کہہ رہی ہے؟ اس سوال پر آتشی نے کہا کہ جب سنجے سنگھ نے یہ واقعہ میڈیا میں دیکھا تو اس وقت انہوں نے سواتی سے بات کی تھی، اس وقت تک ان کے پاس صرف سواتی کا ہی بیان تھا، اسی لیے انہوں نے ایسا کہا تھا، ساری باتیں سامنے آ چکی ہیں۔ ایف آئی آر میں جو ویڈیو میں نظر آرہی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سواتی مالیوال جھوٹ بول رہی ہیں۔ صرف آتشی ہی نہیں، پوری عام آدمی پارٹی اب بیبھو کمار کے پیچھے کھڑی ہوگئی ہے۔ اس کے برعکس عام آدمی پارٹی سواتی مالیوال پر الزام لگا رہی ہے کہ وہ بی جے پی کے کہنے پر اس معاملے کو اہمیت دے رہی ہیں۔ بی جے پی نے ’انڈیا الائنس‘ پر بھی سوال اٹھا رہی ہے۔ ٹھیک ہے، کانگریس جنرل سکریٹری پرینکا گاندھی واڈرا نے کہا کہ ”اگر واقعی کچھ غلط ہوا ہے تو میں اس خاتون کے ساتھ کھڑی ہوں، میں ہمیشہ خواتین کے ساتھ کھڑی ہوں، چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتی ہوں۔“ وزیر خزانہ نرملا سیتا رمن نے کجریوال کی خاموشی پر سوال اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ ”کجریوال کو پورے معاملے کو واضح کرنا چاہئے اور ملک کی خواتین سے معافی مانگنی چاہئے۔ خواتین کے بارے میں بات کرنے والے سی ایم نے کچھ نہیں کہا ہے اور راجیہ سبھا کی رکن سواتی مالیوال کے اس واقعے پر بھی کوئی بیان نہیں دیا ہے اس لیے انہیں معافی مانگنی چاہیے۔ تاہم یہ واقعہ عام آدمی پارٹی کے لیے انتخابات میں نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اس معاملے کی وجہ سے دہلی، ہریانہ اور پنجاب میں بھی اس کا اثر نظر آئے گا۔ ہر لیڈر اور حکومت جو اقتدار میں آتی ہے ہمارے ملک میں خواتین کے تحفظ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً سپریم کورٹ آف انڈیا اور ریاستوں کی ہائی کورٹس نے خواتین کی حفاظت کے لیے سخت احکامات دیے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ خواتین کے خلاف جرائم کو کیسے روکا جائے۔

گزشتہ تین دہائیوں سے میں نے خواتین کے خلاف ہوئے جرائم کو بے نقاب کیا ہے۔ نینا ساہنی کا اس کے شوہر سشیل شرما کے ذریعہ ’تندور قتل کیس‘، شکیرو خلیلی کے دوسرے شوہر سوامی شردھانند مشرا کے ذریعے زندہ دفن کیے جانے کے کیس آج بھی ہمیں پریشان کرتے ہیں۔ شکیرو کی پہلی شادی بھارتیہ سفارت کار اکبر خلیلی سے ہوئی تھی۔ منو شرما کے ذریعہ جیسیکا لال کا قتل، اے کے سنگھ کے ذریعہ پریہ درشنی مٹو کا وحشیانہ قتل کچھ ایسے واقعات ہیں، جنہوں نے ملک کے شہریوں کو چونکا دیا۔ تاہم، ’جیوتی سنگھ عرف نربھیا کیس‘ کے اجتماعی عصمت دری اور قتل کیس نے سماج کے اجتماعی شعور کو مشتعل کردیا۔ پارلیمنٹ نے ’کام کی جگہ پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کی روک تھام ایکٹ 2013' کے نام سے ایک قانون نافذ کیا ہے۔ جسٹس جے ایس ورما نے ایسے اصول اور قوانین بنائے جن کی تعمیل ہر ریاست کے لیے لازمی ہے۔ مزید یہ کہ یہ نام نہاد کمیٹیاں خواتین کے مسائل کو دیکھنے میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ سواتی مالیوال ’اسالیٹ گیٹ‘ کا گھناؤنا، کالا سیاسی سچ کیا ہے، اسے بے نقاب ہونا چاہیے۔ سچ تو یہ ہے کہ سواتی ہو یا کوئی اور سیاسی خاتون، ایسے بھیانک جرائم خواتین کے تحفظ اور وجود پر سوال اٹھاتے ہیں۔

(مضمون نگار سینئر صحافی، تجزیہ کار اور سالیڈیٹری فار ہیومن رائٹس سے وابستہ ہیں)

singhnofficial@gmail.com